اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ۔

[ہر شخص اپنے جگری دوست کے دین پر ہوتا ہے،لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو یہ غور کرنا چاہیے کہ وہ کسے اپنا جگری دوست بنا رہا ہے]

دوستی کے پیمانے

مؤلف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ

ناشر: نورِ ایمان اسلامک آرگنائیزیشن کرلا ویسٹ ممبئی

مصنف کی دیگر تصانیف

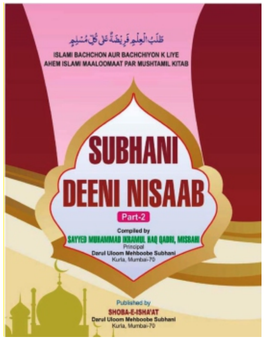

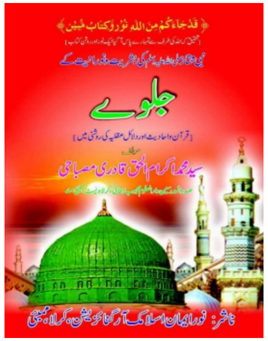

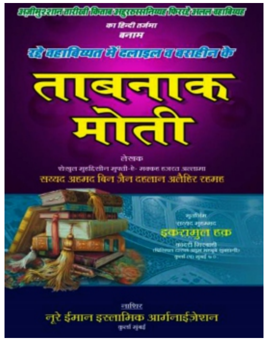

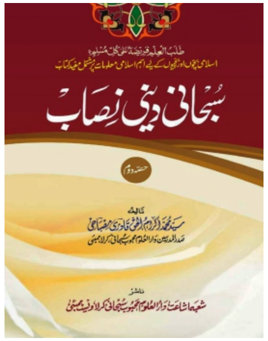

Printed By: Parveen Art & Graphics : 9324039986 Email: parveenart222@gmail.com

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ ۔

[ہر شخص اپنے جگری دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو یہ غور کرنا چاہیے کہ وہ کسے اپنا جگری دوست بنا رہا ہے]

دوستی
کے
پیمانے

مؤلف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ

ناشر: نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن کرلا ویسٹ ممبئی

جملہ حقوق بحقِّ ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	دوستی کے پیمانے
مؤلف	:	سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ صدر مدرس: دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی رابطہ نمبر: 9029249679
کمپوزنگ	:	بدستِ خود
نظرِ ثانی	:	حضرت علامہ مفتی طاہر احمد صاحب مصباحی
تزئین	:	حضرت مولانا نصر الدین صاحب سبحانی
سن طباعت	:	جمادی الآخرہ ۱۴۴۰ھ مطابق فروری ۲۰۱۹ء
تعداد	:	1000
قیمت	:	30
صفحات	:	54
ملنے کا پتہ	:	نورِ ایمان، آفس دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی

شرفِ انتساب

حضراتِ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم

و

صدیقین، شہدا، صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اور

اُن خوش نصیب مومنوں کے نام جو اچھی صحبتیں اختیار کر کے دنیا و آخرت میں سعادت اندوز ہوئے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	شرفِ انتساب	۲
۲	نعمتوں کا شمار ناممکن	۶
۳	دوستی کے غلط پیمانے	//
۴	خوش نصیب مسلمان	۷
۵	دوستی کی اہمیت	۸
۶	بہترین دوست کون	//
۷	دوستی کا شرعی پیمانہ	۹
۸	دوست کے انتخاب میں احتیاط ضروری ہے	۱۰
۹	حدیثِ مذکور کے تین معانی	۱۱
۱۰	اچھے اور برے دوست کی مثال	۱۳
۱۱	اچھا دوست عطر فروش کی طرح ہے	۱۴
۱۲	برا ہم نشیں لوہار کی بھٹی کے مانند ہے	۱۵
۱۳	صالحین کی صحبت میں رہنے والے نامراد نہیں ہوتے	۱۶

۱۴	ذاکرین بہترین دوست ہیں	۱۹
۱۵	صالح دوستی کا اخروی فائدہ	//
۱۶	بروزِ حشر نفسی نفسی کا عالم ہوگا	۲۱
۱۷	قیامت میں الحب للہ ہی کام آئے گا	۲۲
۱۸	ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے	۲۳
۱۹	ایک سوال کا جواب	۲۴
۲۰	اچھی صحبت کی برکتیں	//
۲۱	اللہ والوں کی مجلس میں رہیں	۲۵
۲۲	بدنصیب انسان	۲٦
۲۳	عقبہ بن ابومعیط کی خباثت	۲۷
۲۴	ابی بن خلف کا خبیث مطالبہ	۲۸
۲۵	ہماری مشترکہ ذمے داریاں	۲۹
۲٦	غیر مسلموں کو اپنا ہم راز بنانا حرام ہے	۳۱
۲۷	ایک شبہ کا ازالہ	۳۲
۲۸	ایمان وکفر کا تضاد	۳۳
۲۹	کفار سے موالات ومداہنت ناجائز ہے	۳۴
۳۰	سب سے بڑا احمق	۳۵

۳۱	کیا مسلمان اقوامِ عالم سے کٹ کر زندگی گزاریں	۳٦
۳۲	تعلقات کی قسمیں	۳۷
۳۳	مواسات ومعاملات کا مفہوم	//
۳۴	مدارات کا مطلب	۳۸
۳۵	کفار سے معاملات ومواسات ومدارات جائز ہے	//
۳٦	موالات کا معنی	۴۰
۳۷	سیرتِ صحابہ کے تابندہ نقوش	۴۱
۳۸	مداہنت کسے کہتے ہیں	۴۳
۳۹	مداہنت کی دونوں قسمیں حرام ہیں	//
۴۰	بے غیرت مسلمان	۴۴
۴۱	مداہنت کے بجائے ہجرت کرنا فرض ہے	۴۵
۴۲	حضرت صہیب رومی کا جذبۂ ایمانی	۴٦
۳۴	حضرت صدیقِ اکبر کی غیرتِ ایمانی	۴۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

☆☆☆☆☆

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ مَنَّ عَلَیۡنَا بِالۡاَصۡدِقَآءِ الۡاَوۡفِیَاءِ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَوۡلٰینَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمِ الۡاَنۡبِیَآءِ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهِ الَّذِیۡنَ سَعِدَ بِصَدَاقَتِهِمُ الصُّلَحَآءِ

☆☆☆☆☆

نعمتوں کا شمار ناممکن: اللہ ربُّ العزّت نے ہم انسانوں کو اِس قدر کثیر نعمتوں سے سرفراز فرمایا جنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۔

[سورۂ نحل، آیت نمبر:۱۸]

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گِننا چاہو تو گِن نہیں سکتے، بے شک اللہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

پروردگارِ عالَم اور اُس کے پیارے حبیب حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ سے سچی محبت کرنے والا صالح اور مخلص دوست کا حصول بھی اللہ عزوجل کی عظیم

ترین نعمتوں میں سے ہے۔

دوستی کے غلط پیمانے: مگر بدقسمتی سے مسلم معاشرہ میں جہاں بہت سی بے جا رسمیں، متعدد بے اعتدالیاں اور طرح طرح کی خرافات دَر آئی ہیں وہیں ہمارے یہاں دوستی کے پیمانے بھی بدل چکے ہیں۔ ہمارے اسلافِ کرام دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتتے تھے۔ شرعی زاویوں سے پرکھنے کے بعد ہی کسی کا انتخاب عمل میں آتا تھا۔

مگر آج حالات یہ ہیں کہ بعض کے نزدیک ”ظاہری حسن و جمال“ ہی دوستی کا معیار ہے۔ ایسے اشخاص خوب صورت لوگوں کو دیکھ کر پہلی ہی ملاقات میں اُن سے دوستیاں قائم کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ صرف ”مال و دولت“ کو اہمیت دیتے ہیں اور مالداروں کی دوستی کے لیے ماہئ بے آب کی طرح تڑپتے ہیں۔ کچھ نادان صرف ”حسب و نسب“ کو معیارِ دوستی قرار دیتے ہیں۔

یہ نادان اپنے گمانِ باطل کے مطابق بڑے خاندان والوں کی دوستی کو اپنے لیے بہت بڑی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ اِن لوگوں کے نزدیک، بدشکلوں، فقیروں اور اپنے سے بظاہر کم حسب و نسب والوں کے جذبات و احساسات اور خلوص و محبت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اُن کے معیار پر کھرا نہ اُتر پانے والا اُن کے نزدیک بے حیثیت ہے اور یہ کبھی بھی اُسے ایک مخلص دوست کے طور پر قبول نہیں کرتے۔ ایسے جاہلوں کے نزدیک حسنِ سیرت و کردار کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

خوش نصیب مسلمان: مگر الحمدُ للہ اِس خاکدانِ گیتی پر آج بھی ایسے خوش نصیب

مسلمان موجود ہیں جن کے نزدیک ”عمدہ سیرت اور پاکیزہ کیرکٹر“ ہی دوستی کی کسوٹی ہے ۔ یہ سعادت مند نہ کسی کے ظاہری حسن و جمال پر مرتے ہیں، نہ کسی کے مال وزر پر فریفتہ ہوتے ہیں ؛ بلکہ یہ حضرات اُن لوگوں سے دوستانہ تعلقات استوار کرتے ہیں جو حسنِ اخلاق سے متصف اور زیورِ تقوی سے آراستہ ہوتے ہیں۔

دوست کی اہمیت: انسان مَدَنِیَّت پسند ہے، یہ، اپنی فطرت کے لحاظ سے جنگلوں اور ویرانوں میں زندگی نہیں گزار سکتا، یہ اپنے خاندان، قبیلے اور انسانی آبادی ہی میں رہ کر زندگی کے مزے لینا چاہتا ہے۔ اِس لیے کامیاب ترین زندگی گزارنے کے لیے دوستوں کا وجود اتنا ہی ضروری ہے جتنا منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے سواری کا حصول ۔ کیوں کہ دوست مصائب و آلام میں دست گیری کرتے ہیں، خوشیوں میں اُن کی شرکت مسرت افزا ہوتی ہے، اُن کی قُربت اُنسِیَّت کا باعث بنتی ہے، اُن کی ہم کلامی کلفتیں دور کر دیتی ہے۔

غرض یہ کہ دوستوں کے بغیر زندگی ایک بوجھ سی معلوم ہوتی ہے اور ایک توانا شخص بھی دوست کے بغیر خود کو کمزور محسوس کرتا ہے۔ اِس لیے ہر شخص کسی نہ کسی سے دوستی کا رشتہ قائم کرتا ہے تا کہ فرحت و مسرت اور رنج و غم میں اُس کی صحبت و قربت سے محظوظ ہو سکے۔

بہترین دوست کون: مگر چوں کہ ہم مومن ہیں ؛ اِس لیے کسی سے رشتۂ دوستی قائم کرنے سے قبل ہمیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اللہ ربُّ العالمین کی کتاب ”قرآنِ

مقدّس“ نے کن کن حضرات کو بہترین دوست قرار دیا ہے۔ کلامِ اِلٰہی میں غور کرنے سے ہم پر یہ منکشف ہوتا ہے کہ اِس میں دوستی کے معیار پر بھی مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے” بہترین دوست“ متعارَف کرائے گیے ہیں۔ پروردگارِ عالَم اپنے کلامِ اَزَلی میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۔

[سورۂ نساء، آیت نمبر:۶۹/۷۰]

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، جو انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں۔ اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

دوستی کا شرعی پیمانہ: اِس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے نہ صرف یہ کہ ”حضراتِ انبیاے کرام، صدیقینِ عِظام، شُہدَاے اسلام“ کے ساتھ نیک و صالح مسلمانوں کو بھی بہترین دوست اور اچھا ساتھی قرار دیا ہے؛ بلکہ اِن نفوسِ قدسیہ کی دوستی و قربت کو اپنا فضلِ عظیم قرار دیا ہے۔

اِس آیتِ مبارکہ سے بلا کسی تاویل کے واضح ہوا کہ اللہ ربُّ العالمین کے نزدیک دوستی کی کسوٹی نہ مال و زر ہے نہ حسن و جمال، نہ حسب و نسب ہے نہ علم و کمال۔ بلکہ دوستی کا معیار و پیمانہ صرف اور صرف ”پرہیزگاری“ ہے۔ اور حقیقی پرہیزگار وہی ہیں

جو ظاہراً و باطناً سچے ہوں، گفتار و کردار دونوں لحاظ سے اچھے ہوں۔ شریعتِ مطہرہ نے ایسے نیک اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ اِلٰہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

[سورۂ توبہ، آیت نمبر:۱۱۹]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے دو مطالبے کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ تقویٰ اختیار کریں، دوسرا یہ کہ دوستی کے لیے نیک اور سچے لوگوں کا انتخاب کریں۔ جو خود مُتّقی نہ ہو وہ فاسق وفاجر ہو کر عذابِ نار کا حق دار بن سکتا ہے اور اگر پرہیزگار ہو کر فاسقوں، گمرہوں یا غلط لوگوں کی صحبت اختیار کرے تو ایمان وتقویٰ کے بعد گمرہی کے دَلدَل میں پھنس سکتا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک دوستی کا معیار صرف تقویٰ و پرہیزگاری ہے نہ کہ حسن و جمال اور مال و دولت، تو ہر فردِ مومن کو دوستیاں قائم کرنے کے سلسلے میں نہایت محتاط اور چاق و چوبند رہنے کی ضرورت ہے، تاکہ فُسّاق وفُجّار اور بدکردار و بےعمل دوستوں کے چکّر میں پھنس کر دنیا و آخرت کے خسارے سے دوچار نہ ہو۔

اِس بارے میں حکمت و دانائی کے مالک، کونین کے داتا حضور تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گراں قدر ارشادات موجود ہیں۔ اگر ہم انھیں حرزِ جاں بنا کر اُن کے انوار سے مستفید ومستنیر ہوتے ہوئے دوستوں کا انتخاب کریں تو ہمیں اللہ و رسول سے

سچی محبت کرنے والی ایسی عظیم الشان شخصیتیں مُیسّر آئیں گی جن کی صحبتِ پُرنور سے ہم دنیا و آخرت دونوں میں سعادت اندوز ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

دوست کے انتخاب میں احتیاط ضروری ہے: اِس سلسلے میں چند حدیثوں کے خوب صورت مہکتے گل دستے پیش خدمت ہیں، پڑھیں اور مشامِّ جاں مُعطّر کریں۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقاے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ۔

[الجامع للامام الترمذی، کتاب الزھد، رقم الحدیث:۲۵۵۲]

ترجمہ: ہر شخص اپنے جگری دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو یہ غور کرنا چاہیے کہ وہ کسے اپنا جگری دوست بنا رہا ہے۔

حدیثِ مذکور کے تین مَعانی: شارحینِ حدیث نے اِس حدیثِ پاک کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں۔

پہلا معنیٰ: اِس حدیثِ پاک کا ایک معنیٰ یہ بیان فرمایا کہ: کسی سے دوستی اور قلبی تعلق کرنا دین کی طرح ہے، جس طرح دین کے انتخاب میں خوب غور وخوض کیا جاتا ہے۔ مکمل چھان بین اور تفتیش وتحقیق کے بعد ہی اُسے اختیار کیا جاتا ہے اِسی طرح دوست و احباب منتخب کرنے میں کامل غور وفکر سے کام لینا چاہیے۔ شرعی زاویوں سے پرکھنے کے بعد ہی کسی کو اپنا دوست، یار، ہم دم اور ہم راز منتخب کرنا چاہیے؛ کیوں کہ جس طرح ہر شخص

پر اپنے دین کے تقاضے پورے کرنے لازم ہوتے ہیں، اِسی طرح ہر سچے دوست کے لیے دوستی کے تقاضے پورے کرنے ضروری ہوتے ہیں۔

اِسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح کسی دین دار شخص سے اُس کا دین جدا نہیں ہوتا، ہمہ وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے، یوں ہی انسان سے اُس کے سچے دوست جدا نہیں ہوتے بلکہ سایہ بن کر اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔ اِسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: انسان اپنے خلیل وصادق دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

دوسرا معنیٰ: اِس کا دوسرا معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح دین دار شخص ہر حال میں اپنے دین کی حمایت وحفاظت کرتا ہے۔ نہ کسی وقت اُسے بے یار ومددگار چھوڑتا ہے اور نہ کسی حکم میں اُس کی مخالفت کرتا ہے۔ اِسی طرح مخلص دوست کو بہر حال اپنے سچے یار کی حمایت وحفاظت کرنی پڑتی ہے، ہر معاملے میں اُس کی طرف داری کرنا آہستہ آہستہ اُس کا شیوہ بن جاتا ہے، خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔

کیا آپ نے نہ دیکھا کہ لوگ کس طرح اپنے دوستوں کے لیے سب کچھ کرنے بلکہ مَر مِٹنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اُن کی محبت میں دیوانے ہو کر اپنے ماں باپ اور بھائی بہن سے بغاوت کر بیٹھتے ہیں اور اُن کے حقوق سلب کر کے فاسق و فاجر دوستوں کے حقوق ادا کیے جاتے ہیں۔ اِسی لیے آقاے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"خوب غور وفکر کرنے کے بعد ہی کسی کو دل میں جگہ دو"

کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کی بے جا حمایت ونصرت تمھیں ہلاکت میں ڈال دے؛ کیوں کہ غلط دوستوں کی صحبت ومحبت اکثر وبیشتر ہلاکت خیز ثابت ہوتی ہے۔ بندہ اپنے

اُس دوست کی خوشی کے لیے خلافِ شرع کام کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا، بلکہ کبھی کبھی اِس قسم کی دوستیاں صرف حرام کاریوں میں ہی نہیں، بلکہ کفر وشرک کے مُعاملات میں بھی مبتلا کر دیتی ہیں۔

موجودہ دور کے بعض نام نہاد مسلم سیاسی لیڈروں اور کچھ جاہل روشن خیالوں کے احوال وکوائف کسی بھی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں ہیں، یہ لوگ کفار ومشرکین کو خوش کرنے کی غرض سے نہ صرف یہ کہ بتوں کی تعظیم وتوقیر کرتے، اُن پر مالائیں چڑھاتے، اُن کے سامنے سر جھکاتے ہیں بلکہ مندروں میں جا کر باضابطہ بت پرستی کر کے، ویڈیوز بنا کر نہایت ڈھٹائی کے ساتھ انھیں شئیر کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

تیسرا معنیٰ: اِس حدیث کا تیسرا معنیٰ یہ بیان گیا کہ یہاں "دین" طریقے کے معنیٰ میں ہے۔ اور حدیثِ پاک کا مفہوم یہ ہے کہ دوست کو اُس کے دوست کے طریقے پر قیاس کیا جاتا ہے۔ جس شخص کی جیسی سنگت ہوتی ہے اُس کے بارے میں لوگ ویسا ہی گمان رکھتے ہیں۔ اور یہ ہمارا مشاہدہ بھی ہے؛ کیوں کہ گالی گلوج کرنے والوں کے دوستوں کو بدتمیز، شرابیوں کے دوستوں کو شرابی، چوروں کے دوستوں کو چور، جواریوں کے دوستوں کو جواری اور بے نمازیوں کے دوستوں کو بے نمازی ہی سمجھا جاتا ہے۔ ایسے غافل لوگوں کو کوئی بھی غیرت مند انسان نیک وصالح اور صاحبِ گفتار وکردار نہیں سمجھتا۔

اچھے اور بُرے دوست کی مثال: صحابیِ رسول حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے اور برے دوست کی مثال

بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَ نَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَ اِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَ اِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً طَيِّبَةً وَ نَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ اِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً خَبِيْثَةً۔

[الصحیح للامام البخاری، کتاب الذبائح، باب المسک، رقم الحدیث ۵۵۳۴۔ والصحیح للامام مسلم، باب استحباب مجالسۃ الصالحین ومجانبۃ قرناء السوء، رقم الحدیث: ۶۸۶۰۔ ومشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۲۶]

ترجمہ: اچھے دوست کی مثال مشک بیچنے والے [عطر فروش] کی طرح اور برے دوست کی مثال بھٹی میں پھونک مارنے والے [لوہار] کی طرح ہے۔ مشک بیچنے والا یا تو از خود تمھیں کچھ دے دے گا یا تم بِالعِوض اُس سے کچھ خرید لوگے یا پھر تمھیں اُس کی اچھی خوش بو ملے گی۔ بھٹی میں پھونک مارنے والا لوہار یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا یا تو تم اُس کی بد بو محسوس کرتے رہوگے۔

اِس تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے علماے کرام فرماتے ہیں کہ: عطر فروش کی دوستی بہر صورت سود مند ہوتی ہے۔ عطّار کے پاس بیٹھنے والے خوش بو سے محروم نہیں ہوتے۔ اگر عطار سخی ہے تو بطورِ ہدیہ کے کچھ نہ کچھ عطر عطا کر ہی دے گا۔ اگر وہ سخی نہیں لیکن اُس کی صحبت میں رہنے والا لینے کا جذبۂ صادق رکھتا ہے تو وہ ضرور اُس سے کچھ خوش بو خرید لے گا اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس جذبہ نہ ہو، نہ عطار کے پاس دینے کا جذبہ ہو اور نہ دوست کو خریدنے کا شوق ہو، تب بھی اُس کی صحبت نقصان دہ نہیں؛ کیوں

کہ خوشبوؤں پر نہ پہرے بٹھائے جا سکتے ہیں اور نہ انھیں مُقیَّد کیا جا سکتا ہے، لہذا عطار کے پاس بیٹھنے والا بہر حال خوش بو پاۓ گا۔

اچھا دوست عطر فروش کی طرح ہے: زاہد و پارسا اشخاص کی صحبت و دوستی بھی بہر صورت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ اُن سے قلبی تعلق قائم کرنے والے کبھی بھی محروم نہیں رہتے۔ یا تو یہ حضرات از خود اپنے دوستوں کو پرہیز گاری کے مہکتے گل دستے عطا کر دیتے ہیں یا اِن کی صحبتِ بافیض اختیار کرنے والے باذوق افراد اِن سے زہد و تقویٰ کا عطر کشید کر نیک و صالح بن کر، اپنی خوش بو دار سیرت سے پورے عالَم کو مہکاتے ہیں۔

اگر یہ دونوں صورتیں متحقق نہ ہوں تب بھی نیکوں کی صحبت و قربت میں رہنے والے اُن کے اعمالِ صالحہ کی برکتوں اور خوش بوؤں سے محروم نہیں رہتے؛ بلکہ انھیں بھی پروردگارِ عالَم کے فضل و کرم کا حصۂ وافر ملتا ہے۔

اِس کے برخلاف لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والوں کے ہاتھوں میں خیبت و خسران، مشقت و دشواری اور تعفن و بد بو کے سوا کچھ نہیں آتا۔ لوہار کی بھٹی سے اٹھنے والی چنگاریاں یا تو اُن کا لباس جلا کر تباہ کر دیتی ہیں یا اُسے عیب دار و داغ دار بنا دیتی ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو بھٹی کی بد بو ضرور اُسے تکلیف پہنچاتی ہے؛ کیوں کہ بد بوؤں کو پھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

بُرا ہم نشیں بھٹی کے مانند ہے: برے دوست لوہار کی بھٹی کے مانند ہیں، یہ یا تو آپ کے لباسِ تقویٰ کو جلا کر راکھ کر دیں گے اور اگر بفضلِ اِلٰہی ایسا نہ ہوا تو اُن کی بداعمالیوں

کی نحوست ضرور آپ تک پہنچے گی اور آپ کے لیے اُن کے فسق و فجور اور اعمالِ قبیحہ کی بد بو سے بچنا نہایت مشکل ہوگا۔

لہٰذا جو لوگ اللہ عزوجل کے باغی و نافرمان ہیں، مجرم و سرکش ہیں، فسق و فجور میں ڈوبے ہوے ہیں اور بداعمالیوں کے شکار ہیں ہمیں اُن لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے، اُن کی مجلس میں جانے اور اُن کی باتیں سننے سے اِس طرح پرہیز کرنا چاہیے جس طرح ہم دورانِ علاج مضر اشیا [نقصان دِہ چیزوں] سے گریز کرتے ہیں، ورنہ ہمارے کردار کی پوشاک اور تقویٰ کا لباس محفوظ نہیں رہ سکے گا اور اُن کے گناہوں کی نحوست ہمیں گھیر کر کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔

جب کہ صالحین و متقین کی صحبتِ صالح سے ہم بے شمار رحمتوں اور برکتوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں؛ بلکہ عین ممکن ہے کہ رب تعالیٰ اُنھیں کے طفیل معافی کا پروانہ عطا فرما دے۔ ترغیب تشویق کے لیے چند روایتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ پڑھیں، عمل کریں اور اللہ ربُّ العِزَّت کے بے پایاں کرم و رحمت کے حق دار بنیں۔

صالحین کی صحبت میں رہنے والے نامُراد نہیں ہوتے: حضرت سیدنا امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غیب داں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضْلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا

تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ۔

قَالَ: فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ۔

قَالَ: وَمَاذَا يَسْأَلُونِي؟ قَالُوا: يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ۔ قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: لَا أَيْ رَبِّ۔ قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي! قَالُوا: وَيَسْتَجِيرُونَكَ۔ قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونَنِي؟ قَالُوا: مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ۔ قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا: لَا۔ قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي!

قَالُوا: وَيَسْتَغْفِرُونَكَ- قَالَ: فَيَقُولُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا- قَالَ: فَيَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ۔ قَالَ: فَيَقُولُ: وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔

[الصحیح للامام مسلم، باب فضل مجالس الذکر، رقم الحدیث: ۷۰۱۵۔ مشکوۃ المصابیح، ص: ۱۹۷]

مفہومِ حدیث: اللہ عزوجل کے سیاحت کرنے والے کچھ فرشتے زمین میں ذکر الٰہی کی مجلسیں تلاش کرتے رہتے ہیں، جب انھیں ذکرِ الٰہی کی کوئی مجلس مل جاتی ہے تو اہل ذکر کے ساتھ اس محفل میں شریک ہو جاتے ہیں اور اپنے نورانی پروں سے انھیں ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک زمین سے آسمان تک کی فضا کو بھر دیتے ہیں، جب اہلِ محفل فارغ ہو کر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے بلند ہو کر آسمان کا قصد

کرتے ہیں اور ربِّ ذوالجلال کی بارگاہ میں جا پہنچتے ہیں۔

رب تبارک وتعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود ان سے پوچھتا ہے: اے میرے فرشتو! تم کہاں سے ہوکر آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم زمین میں بسنے والے تیرے ایسے بندوں کے پاس سے ہوکر آئے ہیں جو محفل سجا کر تیری پاکی بیان کررہے تھے، تیری کبریائی کا اعلان کررہے تھے، تیری تہلیل وحمد میں مشغول تھے اور تجھ سے سوال کررہے تھے۔

یہ سن کر اللہ عزوجل اُن سے فرماتا ہے: میرے بندے مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں: بارالہ! وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کررہے تھے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: کیا میرے بندوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: اے میرے رب! انھوں نے جنت دیکھی نہیں، اس پر اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کے حسن و جمال کو دیکھ لیتے تو ان کے سوال کرنے کا عالم دیدنی ہوتا۔

فرشتے عرض کرتے ہیں: اے اللہ وہ بندے تیری پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ کہتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواباً عرض کرتے ہیں: وہ تیری دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے اے ہمارے رب! اللہ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں دیکھا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کے پناہ مانگنے کا منظر کچھ اور ہوتا۔

اس کے بعد فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! وہ تجھ سے بخشش کی بھیک مانگ رہے تھے۔ اللہ عزوجل یہ سن فرماتا ہے۔ سنو! میں نے اُن سب کی مغفرت

فرمادی، انھیں وہ سب کچھ دیا جو اُنھوں نے مانگا اور انھیں اس دوزخ سے پناہ دی جس سے انھوں نے پناہ مانگی۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے اللہ! ان میں فلاں بندہ بھی تھا جو بڑا گناہ گار ہے، وہ تیرا ذکر کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا، بلکہ وہاں سے گزر رہا تھا تو [کسی اور غرض سے] ذاکرین کے ساتھ محفلِ ذکر میں شریک ہوگیا۔

یہ سن کر اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے اُسے بھی معاف کردیا، کیوں کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والے ناکام ونامراد نہیں ہوتے۔

یہ حدیثِ پاک ہمیں اللہ والوں کی دوستی اور ان کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دے رہی ہے اور اس حقیقت کی صراحت کررہی ہے کہ اللہ والوں کی دوستی رب تعالیٰ کی رضا کا عظیم الشان وسیلہ ہے۔ اس حدیث پاک کا آخری ٹکڑا ہم جیسے عصیاں شعاروں کے دلوں میں امید کا چراغ روشن کررہا ہے کہ ربُّ العزت کی تسبیح وتہلیل اور اس کی حمد وثنا کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھنے والے بھی خلد بریں کے حق دار ہوجاتے ہیں۔

جب بلاقصد وارادہ ذکرِ الٰہی کی مجلس میں آنے والوں پر رحمتِ الٰہی جھما جھم برستی ہے اور گناہوں کی غلاظت سے انھیں پاک کرکے جنت کا حق دار بنا دیتی ہے تو وہ لوگ کس قدر رحمتِ خداوندی سے مالا مال ہوتے ہوں گے جو قصد وارادہ کے ساتھ، پیکرِ اخلاص بن کر مجالسِ ذکر میں شرکت کرتے ہوں۔ اور پھر اُن نیک بختوں کی شان کس قدر بلند ہوگی جو بذاتِ خود اس طرح کی نورانی وعرفانی محافل ومجالس منعقد کریں اور ذکرِ الٰہی کا خوب خوب اہتمام کریں۔

ذاکرین بہترین دوست ہیں: اس لئے دوستانہ تعلقات ان سے نہ قائم کیے جائیں جو ذکرِ الٰہی سے غافل ہوں، اعمالِ صالحہ سے دور ہوں اور فسق و فجور کی تاریکیوں میں گم ہوکر جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہوں، بلکہ دوستانہ تعلقات ان پاک باز، نیک سیرت اور صالح مسلمانوں سے قائم کیے جائیں جو فرائض وواجبات پر عمل کرتے ہوں، حرام کاریوں سے دور و نفور ہوں، جن کی پیشانیوں میں سجدوں کی تڑپ ہو، جن کے دل خشیتِ الٰہی سے آباد ہوں، جن کی زبانیں ذکرِ حق سے تر ہوں اور جن کی آنکھیں خوفِ خدا سے اشک بار رہتی ہوں؛ کیوں کہ ایسے لوگوں کی دوستی دنیا میں شادکام اور آخرت میں سرخرو کرتی ہے اور ایسے عظیم الشان دوست بروزِ قیامت ربِّ ذوالجلال کے غضب وجلال اور عذابِ نار سے بچانے میں مُمِدّ ومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

صالح دوستی کا اُخروی فائدہ: نیک دوستوں کا اخروی فائدہ ایسا شاندار ہے کہ انسان اس کا حقیقی تصور بھی نہیں کرسکتا، صالح دوستی کی منفعت کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیثِ پاک سے لگایا جاسکتا ہے:

حضرت سیدنا امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحابیِ رسول حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے حبیب دو عالم کے طبیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مُجَادَلَةُ أَحَدِكُمْ فِي الْحَقِّ يَكُونُ لَهُ فِي الدُّنْيَا بِأَشَدَّ مُجَادَلَةً مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِرَبِّهِمْ فِي إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ أُدْخِلُوا النَّارَ- قَالَ: يَقُولُونَ:

رَبَّنَا !إِخْوَانُنَا كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا وَيَصُومُونَ مَعَنَا وَيَحُجُّونَ مَعَنَا فَأَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ۔

قَالَ:فَيَقُولُ: اذْهَبُوا فَأَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ۔ قَالَ:فَيَأْتُونَهُمْ فَيَعْرِفُونَهُمْ بِصُوَرِهِمْ۔ فَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ النَّارُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلَى كَعْبَيْهِ۔ فَيُخْرِجُونَهُمْ۔ فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا! قَدْ أَخْرَجْنَا مَنْ أَمَرْتَنَا۔

قَالَ :وَيَقُولُ: أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ دِينَارٍ مِنَ الْإِيمَانِ۔ ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ نِصْفِ دِينَارٍ حَتَّى يَقُولَ: مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ۔ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْ فَلْيَقْرَأْ هَذِهِ الْآيَةَ: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ إِلَى: {عَظِيمًا}۔

[السنن للامام النسائی، باب زیادۃ الایمان، رقم الحدیث:۵۰۲۷]

مفہومِ حدیث: حق کے سلسلے میں دنیا میں کسی شخص سے تمھاری ہونے والی بحث وتکرار مومنین کے اس مجادلہ سے کم نہیں ہے جو وہ اپنے رب سے اپنے ان دینی بھائیوں کے سلسلے میں کریں گے جنھیں دوزخ میں داخل کر دیا گیا ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مومنین بروزِ قیامت اپنے رب سے کہیں گے: یہ ہمارے دینی بھائی ہیں، یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور یہ ہماری مَعِیَّت میں حج کیا کرتے تھے۔ لیکن تونے اِنھیں جہنم میں داخل فرمادیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سن کر اللہ عزوجل فرمائے گا: جاؤ! ان میں سے جنھیں جانتے ہو

انھیں دوزخ سے نکال لو۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: وہ لوگ یہ مژدۂ جانفزا سن کر دوزخ میں جائیں گے اور ان کے چہروں سے انہیں پہچان لیں گے، ان کا حال یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ ان میں سے بعض کی نصف پنڈلی تک پہنچ چکی ہوگی اور بعض کے ٹخنوں تک۔ تو یہ لوگ انھیں دوزخ سے باہر نکالیں گے، پھر عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے انھیں نکال لیا جن کے نکالنے کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا، اب اُنھیں بھی نکال لو جن کے دلوں میں دنیا میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان رہا ہو، پھر ارشاد فرمائے گا کہ اُنھیں بھی نکال لو جن کے دلوں میں دنیا میں نصفِ دینار کے برابر ایمان رہا ہو۔ دریائے رحمت میں جوش آنے کے بعد ارشاد فرمائے گا کہ اُنھیں بھی دوزخ سے آزاد کر دو جن کے دلوں میں دنیا میں ایک ذرّے کے برابر بھی ایمان رہا ہو۔

بروزِ محشر نفسی نفسی کا عالم ہوگا: غور فرمائیں! جس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر طرف افراتفری کا ماحول ہوگا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، دنیا کی ساری محبتیں، دوستیاں، یارانے اور تعلقات دم توڑتی نظر آئیں گی حتی کہ والدین اپنے بچوں سے، اولاد اپنے ماں باپ سے، بھائی اپنے بھائی سے اور تمام انسان ایک دوسرے سے بے پرواہ ہو کر بھاگ رہے ہوں گے۔

یہ دیکھیے! ہمارے رب اللہ عزوجل نے کیا فرمایا:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۔ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ۔

وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ۔

[سورۂ عبس، آیت نمبر: ۳۳ تا ۳۷]

ترجمہ: پس جب کانوں کو بہرا کر دینے والی [قیامت] آجائے گی۔ اُس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے۔ اُس دن ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی اور اُس کی حالت اُسے دوسروں سے بے پرواہ کر دے گی۔

قیامت میں اَلْحُبُّ لِلّٰہِ ہی کام آئے گا: ایسے جاں گداز اور دل دوز وقت میں صرف وہ دوستیاں اور محبتیں کام دیں گی جو دنیا میں ایمان وتقوی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہوں گی اور گناہ گار کے حق میں ان کے صالح دوستوں کی نہ صرف یہ کہ شفاعت قبول کی جائے گی، بلکہ من جانب اللہ ان کی ناز برداری کی جائے گی اور ان کی سفارش پر نہ جانے کتنے دوزخیوں کو پروانۂ بخشش عطا کیا جائے گا۔

اِسی حقیقت کو اللہ رب العزت نے قرآنِ مقدس میں یوں بیان فرمایا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۔

[سورۂ زخرف، آیت نمبر: ٦٧]

ترجمہ: سچے مخلص دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے [کوئی کسی کے کام نہ آئے گا] مگر جو پرہیزگار رہوں گے [اور جنھوں نے دنیا میں تقوی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کی ہوگی اُن کی دوستیاں کام آئیں گی اور ایسے دوست بروزِ قیامت ایک دوسرے کے مددگار ثابت ہوں گے]

ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے: لہذا ہمیں اپنا محاسبہ کرکے اپنے دوستوں کی فہرست پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔ اگر کسی کے دوست میں اعمال وعقائد کے لحاظ سے کوئی فتور واقع ہوتو اس کے ازالے کی جانب مکمل توجہ دیکر اس کی اصلاح کی مقدور بھر کوشش کرنی چاہیے، بار بار کی تنبیہ وتحذیر، زجر وتوبیخ اور وعظ ونصیحت کے باوجود اگر کوئی گمراہ، بد مذہب، شرابی، جواری، تارکِ نماز، فرائض سے غافل یا کسی قسم کا بگڑا دوست اپنی اصلاح ودرستگی اور تزکیۂ قلب پر آمادہ نہ ہوتو فوراً اسے دوستی کے معاملات میں نااہل قرار دے کر اپنی زندگی سے خارج کر دینا چاہیے اور اس سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھنی چاہیے، کیوں کہ ایسے لوگوں کی دوستی ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی ہے۔

مثلاً آپ کا کسی ایسے شخص سے یارانہ قائم ہوگیا جو بدعقیدگی یا کسی حرام کاری میں مبتلا ہے تو آپ کی شرعی ذمے داری بنتی ہے کہ آپ اس کی اصلاح کی بھرپور کوشش کریں، اس کی ہدایت کے لیے مسلسل جد وجہد کریں اور اسے دوزخ کا ایندھن بننے سے بچانے کی حتی المقدور سعی کریں، اگر آپ کی پرخلوص کوششیں بارآور نہ ہوں اور انتھک کاوشیں بے سود ثابت ہوں یا بے علمی کے سبب آپ اس کی اصلاح پر قادر نہ ہوں تو فوراً قطعِ تعلق کرکے اس سے جدا ہوجائیں، نہ اس کی باتیں سنیں، نہ اس کی صحبت میں رہیں، ورنہ وہ اپنے ساتھ آپ کو بھی تباہ وبرباد کرکے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔

ایک سوال کا جواب: کچھ نادان کہتے ہیں کہ اگر ہم بروں اور گندوں کے ساتھ نہیں

بیٹھیں گے تو برے اچھے اور گندے ستھرے کیسے بنیں گے؟ ہماری صحبت ہی تو انھیں راہِ راست پر لاسکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ جن کے اندر جذبۂ اصلاح وارشاد ہو اور جو اپنی علمی گہرائی وگیرائی نیز قوتِ استدلال وزورِ دلائل سے بروں کو نیک بنانے کا ہنر جانتے ہوں تو انھیں بدعقیدوں یا فُسّاق وفُجّار کے ساتھ بغرضِ وعظ ونصیحت بیٹھنے کی اجازت ہوگی کہ اگر ان کی کدّ وکاوش اور دعوت وتبلیغ سے کوئی ایک فرد بھی دوزخ سے بچ گیا تو یہ بہت عظیم الشان کام اور دین کی بہت بڑی خدمت شمار ہوگی۔

لیکن جو علم ومعرفت سے کورا ہو، دوسروں سے متاثر ہوجاتا ہو یا جس کے پاس علمی خزانے ہونے کے باوجود دعوت وتبلیغ کا جذبۂ صادق نہ ہو اسے ان کے قریب بھی جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس کے لئے بدعقیدہ اور فاسقِ معلن کی باتیں سننا اور اس کی صحبت میں رہنا ناجائز وحرام ہوگا؛ کیوں کہ اُس کے گندے بدن سے بدعقیدگی اور فسق وفجور کی اٹھنے والی بدبو نہ صرف یہ کہ اسے متاثر کرے گی، بلکہ اس کی ایمانی لذت کے زوال کا سبب بنے گی اور اُس کے ساتھ یہ بھی جہنم کے گڑھے میں جا گرے گا۔

العیاذ باللہ تعالیٰ

اچھی صحبت کی برکت: حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''گلستان'' میں صالحین ومتقین کی صحبتِ بافیض کی شاندار مثال پیش فرما کر اچھی دوستی کے حسن وجمال اور اس کی برکت وکمال سے پردہ اٹھایا ہے، فرماتے ہیں:

میں نے ایک ایسی مٹی دیکھی جس سے گلاب جیسی مہک آرہی تھی، میں نے تعجب

سے پوچھا: تو تو مٹی ہے، تیرے اندر خوش بو کہاں سے آ گئی؟ یہ سن کر اس مٹی نے جواب دیا:

بگفتا من گلے ناچیز بودم   ولیکن مدتے با گل نشینم
جمال ہم نشیں بامن اثر کرد   وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

وہ مٹی کہنے لگی: میں ہوں تو بے قدر و بے حیثیت مٹی ہی، مگر کچھ دنوں تک مجھے پھولوں کی صحبت میں رہنے کا شرف ملا ہے، میرے دوست و ہم نشیں کا حسن و جمال مجھ میں اثر کر گیا اور میں اس نیک صحبت کی برکت سے معطر ہو گئی، ورنہ میں تو آج بھی وہی مٹی ہوں جو پھولوں سے دوستی کرنے سے پہلے تھی۔

مٹی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: میں تو نالی کا کیچڑ تھی، میرے تَعَفُّن سے ماحول مُکَدَّر رہتا، لوگ مجھ سے نفرت و بے زاری کا اظہار کیا کرتے تھے، لیکن یہ جو آج میں مہک رہی ہوں اور میرے بدن سے اٹھنے والی خوش بو لوگوں کو میرا گرویدہ بنا رہی ہے، یہ صرف اور صرف خوش بودار دوست و احباب کی صحبتِ بابرکت کا ثمرہ ہے۔ یہ ان کی فیض رسانی ہے کہ انھوں نے اپنی مہکتی خوش بوؤں سے مجھے محروم نہیں رکھا بلکہ مجھے بھی خوش بودار بنا کر مہکا دیا۔ بالکل اسی طرح بداعمالیاں انسان کی روح کو متعفن کر دیتی ہیں اور اس سے اٹھنے والی بدبو پورے ماحول کو گدلا کر دیتی ہے، لیکن ایسا بدبودار انسان جب کسی خوش بودار شخص کی صحبت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی برکتیں اسے بھی خوش بودار بنا دیتی ہیں۔

اللہ والوں کی مجلس میں رہا کریں: اس لئے اپنے قلب و جگر کو معطر کرنے کے لیے

”اللہ والوں“ کی مجلسوں میں آنا چاہیے؛ کیوں کہ ان کی محفلوں میں آنے والے دارین میں ایسے مہکتے ہیں کہ بروزِ قیامت اہلِ محشر اور فرشتے بھی ان کے عُلُوِّ مَراتب کو دیکھ تعجب کرتے ہوئے رشک کریں گے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

يَبْعَثَنَّ اللهُ أَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي وُجُوهِهِمُ النُّورُ، عَلَى مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ، يَغْبِطُهُمُ النَّاسُ لَيْسُوا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ، هُمُ الْمُتَحَابُّونَ۔

(کنز العمال، ج 1 رقم الحدیث: ۱۸۹۳]

ترجمہ: اللہ ربُّ العزت بروزِ قیامت کچھ ایسی قوموں کو اٹھائے گا جن کے چہرے نور سے چمک رہے ہوں گے اور وہ موتیوں کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے، اہلِ محشر اُن پر رشک کریں گے، یہ نہ انبیا ہوں گے نہ شہدا، یہ تو آپس میں اللہ کی رضا کے لئے محبت کرنے والے مسلمان ہوں گے۔

یعنی ان کا چہرہ بھی نورانی ہوگا اور انکے منبر بھی موتیوں جیسے دمکتے ہوں گے، طبقہ انبیا و شہدا میں نہ ہونے کے باوجود انھیں یہ مقام و مرتبہ صحبتِ صالحین کی برکتوں سے حاصل ہوگا۔

بدنصیب انسان: لیکن جو بدنصیب اچھی صحبت سے اعراض کر کے بری سنگت اختیار کریں گے اور اللہ رب العزت کے نافرمان و سرکش بندوں کی مجلسوں میں بیٹھیں گے، انھیں بروزِ قیامت ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا بلکہ ایسے لوگ مارے حسرت و افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹ رہے ہوں گے۔

قرآنِ مقدس میں اللہ ربُّ العزت نے ایسے نادان دوستوں کا ذکر فرمایا ہے

جنھوں نے دنیاوی منافع کی حرص میں اچھے دوستوں کو چھوڑ کر برے لوگوں کی قربت و صحبت اختیار کی اور خیبت وخسران کا شکار ہوے۔ ایسے لوگ بروزِ قیامت کس قدر رنج و غم سہیں گے اور کس طرح اپنی حسرت و یاس کا اظہار کرتے ہوے کفِ افسوس ملیں گے ،قرآن کریم اس کی منظر کشی کرتے ہوے فرماتا ہے:

وَ يَوۡمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِىۡ اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِيۡلًا ۔ يٰوَيۡلَتٰى لَيۡتَنِىۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيۡلًا ۔

[سورۃ الفرقان،رقم الآیت:۲۷۔۲۸]

ترجمہ: اور قیامت کے دن مارے حسرت و افسوس کے ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا: کاش کہ میں دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی دوستی اور ان کی الفت و محبت کو اپنائے رکھتا اور کہے گا: ہائے افسوس! کاش کہ میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے سلسلے میں اربابِ سیرت اور مفسرین کرام نے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

عقبہ بن ابو معیط کی خباثت: ایک بدبخت کافر عقبہ بن ابو معیط رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی تھا، پڑوسی ہونے کے ناطے اُس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا، ایک مرتبہ اپنے کامیاب سفر سے واپس آکر عقبہ بن ابو معیط نے سردارانِ قریش کی پرتکلف دعوت کی۔ صنادیدِ قریش کے ساتھ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی مدعو کیا، عین کھانے کے وقت حضور اکرم ﷺ نے کھانا کھانے سے انکار کرتے ہوے ارشاد فرمایا: جب تک تو کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام کی حقانیت کا اعلان نہیں کرے گا میں تیرا کھانا

نہیں کھاؤں گا۔

یہ بات اہلِ عرب کے لیے بالخصوص قریش کے لئے بڑی عار کی تھی کہ کوئی مہمان کھانا کھائے بغیر چلا جاے۔ بدرجۂ مجبوری عقبہ نے صرف زبانی اقرار کرلیا اور دل سے وہ کفر پر قائم رہا، تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کی دعوت کا کھانا تناول فرمالیں، جب عقبہ نے کلمۂ پاک پڑھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے کھانا تناول فرمالیا۔

دشمنِ رسول، ابی بن خلف کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی اور افتاں خیزاں عقبہ کے پاس آکر بولا: تو پاگل ہوگیا ہے، کیا تو نے اپنے آباء واجداد کے دین کو ترک کردیا اور محمد [فداہ ابی وامی ﷺ] کا لایا ہوا نیا دین قبول کرلیا ہے؟ ابی بن خلف عقبہ بن ابو معیط پر لعن و ملامت کے تیر برساتا رہا، جب خاموش ہوا تو عقبہ نے کہا: آپ تسلی رکھیں! میں نے محمد [ﷺ] کا دین قبول نہیں کیا بلکہ انھیں چکما دیا ہے، اور پھر اس نے پوری داستان سنائی۔

اُبَیّ بن خلف کا خبیث مطالبہ: اس کی داستان سننے کے بعد ابی بن خلف ملعون نے کہا: میں تجھ سے اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک کہ تو محمد عربی [ﷺ] کے چہرہ پر نہ تھوکے۔ معاذ اللہ رب العالمین ۔ تیرے تھوک دینے سے مجھے یقین آجائے گا کہ تو نے واقعی ان کی دوستی اختیار نہیں کی ہے۔

یہ خبیث مطالبہ سن کر عقبہ بولا: میں تیری دوستی کے خاطر تیری خوشی کے لئے ضرور ایسا کروں گا۔ اس کے بعد وہ مردود حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے چہرۂ شمس وضحیٰ پر تھوکنے کی جسارت کی، مگر ہوا کیا، اسے حضرت ضحاک رضی

اللہ عنہ کی زبانی سماعت فرمایے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَمَّا بَزَقَ عُقْبَةُ لَمْ تَصِلُ الْبَزْقَةُ إِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بَلْ وَصَلَتْ إِلٰى وَجْهِهٖ هُوَ كَشِهَابِ نَارٍ فَاحْتَرَقَ مَكَانُهَا وَكَانَ أَثَرُ الْحَرْقِ فِيْ وَجْهِهٖ إِلَى الْمَوْتِ۔

[السیرۃ الحلوبیۃ، الجزء الأول، ص: ۴۴۷]

ترجمہ: جب عقبہ نے تھوکا تو وہ ناپاک تھوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس تک نہیں پہنچا، بلکہ بحکمِ الٰہی شعلۂ جوّالہ بن کر اسی کے چہرہ پر جا گرا اور اس نے اس کے چہرہ کا اتنا حصہ جلا دیا۔ اُس جلن کا اثر موت تک اُس خبیث کے چہرۂ ناپاک پر باقی رہا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ: غلط صحبت اور بری سنگت نے عقبہ بن ابو معیط کو کہیں کا نہیں چھوڑا، اُس نے کائنات کے دولہا حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر اپنے خبیث دوست "اُبی بن خلف" کی محبت کو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت وقربت پر اُس ملعون کی دوستی کو ترجیح دے کر دونوں جہاں کا زیاں مول لیا۔ یہ واقعہ بُری صحبت اختیار کرنے والوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔

ہماری مشترکہ ذمے داریاں: اسلام کی تبلیغ واشاعت اور قیام وبقا کا واحد ذریعہ "تبلیغ" یعنی اسلامی پیغام کی ترسیل واشاعت ہے، تبلیغ ہی کے ذریعہ یہ آفاقی دین اطرافِ عالَم میں پھیلا اور پھلا ہے۔ آج کے اِس دورِ پرفتن میں بھی اِس کے عقائد و اعمال اور تعلیمات وہدایات کو "دعوت وتبلیغ" کے ذریعے ہی تحفظ فراہم کیا جاسکتا ہے۔

دینی تعلیم وتربیت بھی تبلیغِ دین ہی کا ایک حصہ ہے۔ ہر مسلمان کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے زیرِ اثر حلقوں تک اسلام کا صحیح پیغام پہنچائے۔ مثلاً والدین پر اپنے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت کرنا اور بڑوں پر اپنے چھوٹوں کی درست رہ نمائی کرنا لازم وضروری ہے۔ یعنی ہر شخص کی ذمے داری بنتی ہے کہ وہ اپنے متعلقین واحباب کو دین کی اہم وضروری معلومات فراہم کرے۔ یہ طریقۂ تبلیغ ہر دَور میں موثر رہا ہے اور اِس کے انوار وبرکات سے گھر گھر میں اسلامی چراغ روشن ہوا ہے۔

مسلمانوں کو ہر وقت اپنی اِس ذمے داری کا احساس ہونا چاہیے، تاکہ مسلم معاشرہ تباہ وبرباد ہونے سے محفوظ رہے اور نونہالانِ اسلام کفر والحاد کا شکار ہونے سے بچے رہیں۔

مقامِ تعجب ہے کہ جس اسلام نے معاشرے سے فسق وفجور اور ہر طرح کی خرابیوں کے اِزالے کے لیے مومنوں کو یہ اجازت نہ دی کہ وہ علی الاعلان فسق وفجور کرنے والے مسلمانوں سے قلبی تعلقات اور سچی دوستیاں قائم کریں اور اُنھیں اپنا خلیل بنائیں، آج اُسی اسلام کے نام لیواؤں کا ایک بڑا طبقہ کفار ومشرکین کے ساتھ مُوالات قائم کرکے اُنھیں اپنا ہم راز بنا کر اُن کی مشرکانہ رسوم میں شرکت کر رہا ہے اور اِسے دوستی کا نام دے کر حقِّ دوستی ادا کرنے کی باتیں کر رہا ہے! **فَيَا لَلْعَجَب**۔

ایسے پُرآشوب حالات میں اربابِ منبر ومحراب اور صاحبانِ علم ودانش کو پوری طاقت وقوت کے ساتھ کفر والحاد کے سیلاب کو روکنا ہوگا اور اپنے بھائیوں کو دوزخ کے دائمی عذاب سے بچانے کی تدبیریں کرنی ہوں گی۔

آج دعوت وتبلیغ سے ہماری غفلت نے ہمارے مستقبل کو تاریکی میں لا ڈالا ہے۔ کالجوں، اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم ہمارے مسلم نوجوان ’’جو کہ ہمارا قیمتی سرمایہ اور ہمارا روشن وتابناک مستقبل ہیں‘‘ غیروں کی الفت ومحبت کی رَو میں بہہ کر شرعی حدود پامال کررہے ہیں اور نہ صرف یہ کہ حرام کاریوں میں مبتلا ہوکر اللہ عزوجل کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں، بلکہ کافرانہ ومشرکانہ مراسم اختیار کرکے اپنی اخروی تباہی کا سامان فراہم کررہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

انھیں معلوم ہی نہیں کہ ہمارے پیارے دین نے غیر مسلموں سے تعلقات کی جو حدیں مقرر فرمائی ہیں وہ کیا ہیں اور اِس سلسلے میں ہمارا قرآن ہمیں کیا ہدایات فراہم کر رہا ہے۔ حالاں کہ وہ قرآن کو بھی مانتے ہیں اور صاحبِ قرآن پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ اپنے ایسے غافل بھائیوں کی آگاہی کے لیے چند باتیں گوش گزار کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ وہ شریعت کی حدیں جان سکیں اور بتوفیقِ الٰہی اُنھیں حدوں میں رہ کر مومنانہ زندگی گزار سکیں۔

غیر مسلموں کو اپنا ہم راز بنانا حرام ہے: ہمارا پیارا رب اپنی مقدس کتاب قرآنِ کریم میں ہمیں ہدایت دے رہا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔

[سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر:۱۱۸]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنا راز دار غیروں کو نہ بناؤ! وہ تمھیں خرابی پہنچانے کی کسر نہ اٹھا رکھیں گے جو چیزیں تمھیں نقصان پہنچائیں وہ اُنھیں پسند کرتے ہیں۔ بغض اُن کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو نفرت وعداوت انھوں نے اپنے سینوں میں چھپا رکھی ہے وہ اُس سے بھی بڑی ہے۔ ہم نے اپنی آیتیں تمھارے لیے صاف طور پر بیان کردیں، اگر تم سمجھ دار ہو [تو سمجھو]۔

اِس آیتِ کریمہ میں پروردگارِ عالَم نے اپنے مومن بندوں کے لیے یہ ہدایت جاری فرمائی ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اپنا مخلص دوست اور راز دار نہ بنائیں؛ کیوں کہ اُن کے دلوں میں مومنوں کے لیے نفرت وعداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور انھیں پریشان کرنے کا کوئی بھی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، وہ یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ اسلام تباہ وبرباد ہوجائیں، بلکہ وہ اپنے منہ سے نفرت و بیزاری کا اظہار واعلان بھی کرتے رہتے ہیں اور جب مسلمانوں پر مصائب وآلام کا نزول ہوتا ہے تو انھیں بڑی مسرت لاحق ہوتی ہے۔

ایک شبہ کا اِزالہ: اللہ رب العزت نے واضح طور پر اُن کی عداوت ودشمنی کو بیان فرما دیا ہے۔ کوئی یہ شبہ ہرگز نہ کرے کہ یہ اوصاف تو حضور ﷺ کے زمانے کے کفار و مشرکین کے ہیں۔ آج کے کفار ایسے نہیں؛ کیوں کہ یہ خدائے عزوجل کا فرمان ہے جو کہ قیامت تک آنے والے تمام کفار ومشرکین کے احوال وعادات کو جانتا ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً کا حکم صرف صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے نہ تھا، بلکہ یہ حکم قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ صرف زمانے کا فرق ہے ورنہ جو اوصاف وعادات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے کفار و مشرکین کے تھے وہی اوصاف و عادات اور نفرت و عداوت کے وہی جذبات آج کے کفار بالخصوص ہندوستان کے کفار میں بھی پائے جا رہے ہیں۔لہٰذا عصر حاضر کے اِن حربی کفار و مشرکین سے قلبی دوستیاں قائم کرنا، انھیں مخلص دوست بنا کر اپنا ہم راز بنانا اور اُن پر اعتمادِ کلی کرنا بنصِّ قرآن حرام و ناجائز ہے ۔کیوں کہ جس طرح رات اور دن جمع نہیں ہو سکتے، آگ اور پانی کا اجتماع نہیں ہو سکتا اور سیاہی و سفیدی کا ملاپ نہیں ہوسکتا اِسی طرح کفر و ایمان کی تاثیر بھی جمع نہیں ہو سکتی۔

ایمان وکفر کا تضاد: چنانچہ کفر و شرک ایسی تاریکی ہے جس سے صرف عیوب و نقائص اور متعدد برائیاں جنم لیتی ہیں۔مثلاً کفر، کافر کو بدکرداری، بے حیائی، بے غیرتی، بت پرستی، ہٹ دھرمی، دغا بازی، خود غرضی اور سیاہ قلبی جیسی بیماریوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا ہے، جب کہ ایمان مومن کو صاحبِ کردار، باحیاء، غیرت مند، خدا پرست، منکسر المزاج، باوفا، متقی، بےنفس اور روشن ضمیر بناتا ہے۔جس طرح یہ اوصاف باہم متضاد ہیں، ان کا اجتماع نہیں ہوسکتا اِسی طرح مومن وکافر کے مابین مخلصانہ دوستی بھی قائم نہیں ہوسکتی۔

اُن سے قلبی تعلق قائم کرنے والوں اور سچی محبت رکھنے والوں کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے اللہ ربُّ العزت نے فرمایا:

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ

كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

[سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر:۱۱۹]

ترجمہ: سنو! تمھارا حال یہ ہے کہ تم اُن سے محبت کرتے ہو اور [ان کا حال یہ ہے] وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور [وہ] جب تم سے ملتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں تو مارے غصے کے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔اے حبیب! آپ فرما دیجیے! کہ تم لوگ [اپنے غصے کی آگ میں جل کر] مر جاؤ! بے شک اللہ تمھارے دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اللہ رب العزت نے اِس آیتِ کریمہ میں مومن اور کافر دونوں کی فطرتوں کو بیان فرمایا ہے، کہ صفتِ ایمان مومنوں کو اِس قدر سیدھا اور بھولا بھالا بنا دیتی ہے کہ وہ کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی پر فریب چالوں کو سمجھ نہیں پاتے اور اُن کی دکھاوے کی محبت سے دھوکا کھا کر انھیں اپنا مخلص دوست سمجھ کر اُن سے سچی دوستی کر لیتے ہیں، جب کہ اُن کافروں کا حال یہ ہے کہ مسلمانوں سے ملاقات کے وقت اپنی مخلصانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں، اُن پر مَر مٹنے کے جذبات پیش کرتے ہیں اور تنہائیوں میں مومنوں سے اِس قدر بغض رکھتے اور حسد کرتے ہیں کہ شدتِ غضب سے اپنی انگلیاں تک چبا ڈالتے ہیں۔

اِس لیے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ: اُن کے مکر و فریب میں آ کر اپنے دلوں میں نہ اُن کی محبت کا چراغ روشن کرو، نہ انھیں اپنا ہم راز بناؤ کہ اپنے دینی، قومی اور خاندانی

راز اُن سے بیان کرنا شروع کر دو اور نہ ہی اُن پر مکمل بھروسہ کرو۔ کیوں کہ اگر تم نے انھیں اپنا ہم راز بنا کر اُن پر تکیہ [بھروسہ] کیا تو ایک نہ ایک دن وہ تم کو ضرور ضَرَر [نقصان] پہنچائیں گے اور تمھارے لیے اُن کے مکر وفریب سے بچ نکلنا نہایت مشکل ہو جائے گا اور سمجھ اُس وقت آئے گی جب بہت دیر ہو چکی ہوگی؛ کیوں کہ اُن کا حال یہ ہے کہ وہ نہ تمھیں خوش دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی تمھاری ترقی برداشت کر سکتے ہیں۔

کفار سے مُوَالات ومُدَاہنت ناجائز ہے: ایک دو نہیں بلکہ متعدد مقامات پر اُس نے اپنے بھولے بھالے مومن بندوں کو اُن سے رشتۂ مُوالات قائم کرنے اور اُن کی مداہنت سے منع فرمایا ہے، بلکہ شدید ترین وعیدیں بھی وارد فرمائی ہیں۔ سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۔

[سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر:۲۸]

ترجمہ: مومن کافروں کو اپنا مخلص دوست نہ بنائیں! اور جس نے انھیں اپنا مخلص دوست بنایا تو [وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اُس کے رب] اللہ سے اُس کا کوئی تعلق اور رشتہ نہ رہا۔ مگر اُس حالت میں کہ تم اُن سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہو اور اللہ تمھیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ کی جانب سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

غور فرمائیں! اللہ عزوجل نے کافروں کو اپنا ولی اور دوست بنانے والوں کو کیسی

سخت وعیدیں سنائی ہیں، یہاں تک فرمادیا کہ جنھوں نے اُنھیں اپنا دوست و ہم راز بنایا اُن کا مجھ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ ایسی سخت تنبیہ کے بعد بھی اگر کسی مومن کا دل خشیتِ الٰہی سے معمور نہ ہوا اور وہ لرزہ براندام نہ ہو تو اُسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ ایک انسان کے لیے اس سے بڑی محرومی بھلا کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کا رشتہ اُس کے رب سے منقطع ہو جائے۔

سب سے بڑا احمق: اُس سے بڑا احمق، محروم اور خائب و خاسر بھلا کون ہوگا جو اپنے مالکِ حقیقی سے رشتۂ محبت استوار نہ کرنا چاہے۔ دنیا کے مجازی آقاؤں کی شوکت وعظمت کا حال یہ ہے کہ اُن کے نوکر وغلام اُن کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اُس کے لیے ہر طرح کے جتن کرتے ہیں، طرح طرح کے وسائل تلاش کرتے ہیں کہ کسی طرح آقا کی نظرِ کرم ہو جائے اور آقا کہہ دے کہ یہ میرا غلام ہے۔

تو مسلمانوں کو کیا ہوا کہ وہ احکم الحاکمین اللہ ربُّ العزت کا قرب حاصل کرنے اور اُس سے رشتۂ محبت استوار رکھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اُس کے سختی سے منع کرنے اور طرح طرح سے سمجھانے کے باوجود کفار ومشرکین سے رشتۂ موالات ترک کرنے اور ان کی اتباع وپیروی سے منحرف ہونے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے!

اللہ ربُّ العزت ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔

[سورۂ ھود، آیت نمبر: ۱۱۳]

ترجمہ: اور اُن کی جانب مائل مت ہو جنھوں نے [کفر و شرک کے ذریعے اپنی جانوں پر] ظلم کیا، ورنہ تمھیں بھی [دوزخ کی] آگ پہنچے گی اور اُس وقت تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوگا، پھر [من جانب اللہ بھی] تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔

اِس آیتِ کریمہ میں رب تبارک وتعالیٰ نے کفار و مشرکین سے موالات و مداہنت کی واضح ممانعت فرمائی اور صاف طور پر اعلان کر دیا کہ خود کو مسلمان کہنے والے جو لوگ بھی اِس جرمِ عظیم کے مرتکب ہوں گے انھیں دوزخ کی بھڑکتی آگ میں گرفتارِ عذاب کیا جائے گا اُس وقت نہ کوئی دوست اُنھیں بچا سکے گا اور نہ کسی قسم کے حیلے بہانے انھیں کچھ فائدہ دے سکیں گے۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہم مومنوں پر احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے دشمنانِ دین کی عادات واوصاف کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے، تاکہ مومن اُن کے دامِ فریب میں آ کر کسی قسم کے خسارے کا شکار نہ ہوں۔

کیا مسلمان اقوامِ عالَم سے کٹ کر زندگی گزاریں: مقصدِ شریعت فقط اِس قدر ہے کہ اہلِ ایمان آخرت میں تباہ و برباد ہونے اور دنیا میں ترقی کی راہوں میں پچھڑ جانے سے محفوظ رہیں۔ منشاءِ الٰہی ہرگز یہ نہیں کہ مسلمان کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دیگر اقوامِ عالَم سے کٹ کر رہیں، اُن سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزاریں اور اُن سے اپنے تجارتی، سیاسی اور معاشی تعلقات بھی قائم نہ کریں۔ بلکہ مقصود صرف اتنا ہے کہ مسلمان شرعی حدود پامال نہ کریں، بلکہ شریعت کے مقرر کردہ ضابطوں میں رہ کر غیروں سے تعلقات استوار کریں۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ ”شریعتِ اسلامیہ کی مقرر کردہ حدیں کیا ہیں کہ جن میں محدود رہ کر ہمیں غیروں سے تعلقات قائم کرنے ہیں“ تو اِس کے لیے تعلقات کی مندرجہ ذیل قسمیں ملاحظہ فرمائیں! تاکہ اِس اہم مسئلے کے تمام گوشے واضح ہو جائیں، شکوک و شبہات کے بادل چھنٹ جائیں اور آفتابِ نصف النہار کی تابانی اذہان وافکار کو منوّر و مجلّٰی کر سکے۔

تعلقات کی قسمیں: باہمی تعلقات کی کل پانچ قسمیں ہیں۔ اِنھیں سمجھ لینے کے بعد غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت بھی واضح ہو جائے گی اور اُن کے جواز و عدمِ جواز کی راہیں بھی روشن ہوں گی۔

[۱] مُوَاسَات: دو شخصوں کے مابین اِتنا تعلق قائم ہو کہ دونوں اپنے جائز ذاتی یا قومی فوائد کے حصول کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ ہم دردی کے ساتھ پیش آئیں، غم خواری کریں اور مصائب وآلام میں ایک دوسرے کی امداد کریں۔

[۲] مُعَامَلَات: سیاسی، تجارتی، معاشی اور دیگر دنیاوی امور میں ایک دوسرے سے نفع اٹھانے اور تعاون کرنے کی غرض سے دو لوگوں کے مابین تعلقات قائم ہوں۔ اِس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو۔

[۳] مُدَارَات: مدارات کا مطلب یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی امور میں حصولِ منفعت کے لیے کافروں سے الفت ومحبت اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اِس قسم کے تعلقات کی ضرورت اُن مسلمانوں کو پیش آتی ہے جو غیر مسلم ملکوں میں اقلیت میں رہ

رہے ہوتے ہیں، جیسے ہندوستان کے مسلمان؛ کیوں کہ اہلِ اسلام اگر کفار و مشرکین کے ساتھ الفت و محبت اور حسنِ اخلاق و کردار کا مظاہرہ نہ کریں، بلکہ علی الاعلان نفرت و عداوت کا اظہار کریں تو یہ دشمنانِ دین اُن کے مذہبی امور کی ادائیگی میں روڑے ڈال کر اُن کے لیے بڑی مشکلیں کھڑی کر دیں گے۔

تعلقات کی مذکورہ تینوں صورتیں جائز ہیں: شرعی حدود میں رہ کر غیر مسلموں سے تعلقات کی مندرجہ بالا تینوں قسمیں جائز و درست ہیں۔یعنی اُن سے سیاسی، تجارتی، معاشی اور دیگر دنیاوی تعلقات قائم کرنا جائز ہے،مصائب و آلام میں اُن کی غم خواری کرنا اور اُن سے ہم دردی کے ساتھ پیش آنا درست ہے۔ دنیاوی منفعت کے لیے اُن سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا شرعاً صحیح ہے۔ بلکہ اِن معاملات میں مذہبِ اسلام نے جس قدر وسعتِ ظرفی اور کشادہ قلبی کا مظاہرہ فرمایا ہے، مذاہبِ عالم میں اُس کا عشرِ عشیر بھی نظر نہیں آتا۔آپ غور فرمائیں! کہ:

☆ جس طرح مسلم پڑوسی کا حق ادا کرنا ضروری ہے اِسی طرح کافر پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی بھی لازم ہے۔

☆ جس طرح کسی مسلمان کو ذلیل کرنا، اُسے سبّ و شتم کا نشانا بنانا اور اُسے پریشان کرنا ناجائز ہے، اِسی طرح کسی غیر مسلم کو بھی بلا وجہِ شرعی ذلیل و رسوا کرنا، گالی دینا اور اُس پر ظلم و زیادتی کرنا جائز نہیں۔

☆ جس طرح کسی مسلمان کا مال لوٹ لینا، غصب کر لینا یا چرا لینا شرعاً حرام ہے، اِسی طرح کسی کافر کی دولت و ثروت کو لوٹنے، غصب کرنے اور چرانے کی بھی

اجازت نہیں۔

☆ جس طرح مسلم بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت و صیانت لازم و ضروری ہے اُسی طرح غیر مسلم کی عزت و آبرو کی پاسداری بھی ضروری ہے۔

☆ دغا بازی اور بے وفائی مومن کی طرح کافر کے ساتھ بھی ناجائز و حرام ہے۔

☆ مسلم خاتون کے مانند کسی کافرہ دوشیزہ کو بھی بنظرِ غلط دیکھنے کی اجازت نہیں۔

☆ کسی مسلمان کے مال کی طرح کافر کے مال میں بھی خیانت کرنا عند الشرع حرام و ناجائز ہے۔

☆ جس طرح مومن سے قرض لے کر اُسے شکریہ کے ساتھ لوٹانا ضروری ہے اِسی طرح کافر سے لیے ہوئے قرض کو بشکریہ ادا کرنا لازم ہے۔

☆ اِسی طرح کافروں سے خرید و فروخت کرنے اور انھیں نوکری دینے یا اُن کے یہاں نوکری کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو عند الشرع ناجائز و حرام ہو۔

غرض یہ کہ مسلمان شرعی حدود کی پامالی کیے بغیر کفار و مشرکین سے تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ چاہے معاملات کی شکل میں ہوں یا مواسات و مدارات کی صورت میں۔

غیروں کے ساتھ تعلقات کی مابقی دو صورتیں وہ ہیں جن کی مذہبِ اسلام میں کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، وہ یہ ہیں:

[۴] مُوَالات: اِس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلم کسی کافر سے ایسا تعلق قائم کرے کہ اُسے اپنی قوم یا خاندان کا فرد قرار دے اور اُس پر مکمل بھروسا کر کے اُس سے ایسا بے

تکلف ہوجائے کہ قوم یا خاندان کے راز بھی اُس سے مخفی نہ رکھے۔

موالات حرام ہے: اِس قسم کے تعلقات کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے؛ کیوں کہ ایسے تعلقات ایسی دو قوموں یا ایسے لوگوں کے مابین ہی قائم ہو سکتے ہوں جن کی تہذیب وتمدن اور خونی رشتے میں یکسانیت ہو۔ موالات کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے؛ اِس لیے کہ اِس قسم کا تعلق مسلمان کو کفر وشرک کی دہلیز تک پہنچا دیتا ہے اور بسا اوقات اُسے ایمان کے نور سے محروم کر کے کفر کی تاریکی میں لا ڈالتا ہے کیوں کہ اس طرح کا رشتہ قائم ہوجانے کے بعد مومن کا کفریہ مراسم سے بچ پانا مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل تر ہو جاتا ہے۔

ہمارا آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ ہماری نوجوان نسلیں غیروں سے موالات قائم کر کے دھڑلّے سے کفار ومشرکین کے دینی شعار کو اختیار کرتی چلی جارہی ہیں، ہولی، دیوالی اور دیگر تہواروں میں اُنھیں کے رنگ میں رنگ کر شرکت کرنا، بلکہ مندروں میں بے جان بتوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہونا، اُن پر مالائیں ڈالنا، اُن کے روبرو سر جھکا کر تعظیم سے کھڑے ہونا بلکہ سجدے اور پوجا پاٹ تک کرنا ایسی کامَن چیزیں ہوتی چلی جارہی ہیں، جنھیں بعض نادان معیوب نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ یہ باتیں انسان کو کفر کے دَلدَل میں پھینک دیتی ہیں اور ایسا کرنے والے بدبخت اخروی سعادت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

غیر تو خیر غیر ہیں، اگر اپنا خونی رشتے دار بھی معاذ اللہ ربِّ العالمین کافر ہو، تو اُس سے بھی رشتۂ موالات قائم کرنا ناجائز وحرام ہے۔

سیرتِ صحابہ کے تابندہ نقوش: حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرتِ پاک سے ہمیں یہی درس اور اُن کی روشن وتابناک حیاتِ مقدسہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔

اِن نفوسِ قدسیہ کی کفار ومشرکین سے نفرت وبے زاری اور عدمِ تعلق میں شدت کا اندازہ اُن واقعات سے لگائیں جو کتبِ احادیث وسیر میں جلوہ ریز ہیں۔ چند واقعات زیبِ قرطاس کیے جارہے ہیں، ہمیں مطالعہ کر کے عبرت حاصل کرنی چاہیے!

☆ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سگے باپ کو دشمنوں کی صف میں دیکھا تو فوراً تلوار لے کر لپکے اور پل بھر میں اُس کا سرتن سے جدا کر دیا، ایک لمحے کے لیے بھی اُن کے حاشیۂ دماغ میں یہ خیال نہ آیا وہ اُن کا باپ ہے۔

☆ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو دشمنانِ دین کی صفوں میں دیکھا تو بے قابو ہوگیے اور یہ بھول گئے کہ وہ آپ کا اپنا خونِ جگر ہے، تلوار لے کر بڑھے کہ اُس کی گردن اڑا دیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ سعادتِ ازلی اُن کے قدم بوس ہونے والی ہے اور اُن کے دل میں شمعِ ایمان روشن ہونے والی ہے۔

☆ یہی صدیقِ اکبر ہیں کہ اُن کے دوسرے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اُن سے کہا: والدِ بزرگوار! غزوۂ بدر کے موقع پر آپ میری

تلوار کی زَد میں تھے، میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ یہ سن کر سیدنا صدیقِ اکبر جوشِ ایمانی کے ساتھ اُنھیں جواب دیتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر تو میری تلوار کے سامنے آتا تو تیرا سرتن سے جدا کر دیتا۔ ایک لمحے کے لیے بھی نہ سوچتا کہ تو میرالختِ جگر ہے۔

☆ یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انھوں نے بدر کے قیدیوں میں اپنے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو دیکھا کہ ایک انصاری صحابی اُن کے پیروں کو رسیوں سے باندھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اپنے انصاری بھائی سے فرمایا: بھائی جان! اِسے خوب مضبوط باندھنا، تاکہ بھاگ نہ سکے۔ یہ سن کر ابوعزیز بولا: تم میرے سگے بھائی ہو کر ایسی دل آزار باتیں کر رہے ہو! رشتۂ اخوت کا کچھ تو پاس رکھو! مصعب بن عمیر نے جو جواب دیا وہ کفار و مشرکین سے رشتۂ موالات قائم رکھنے والے آج کے نادان مسلمانوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے بھائی تم نہیں ہو، بلکہ یہ انصاری ہے جو تمھیں رسیوں سے باندھ رہا ہے۔

☆ یہ مصعب بن عمیر وہی ہیں جنھوں نے غزوۂ احد میں نہ صرف یہ کہ اپنے بھائی عبید کو للکارا بلکہ اُسے قتل کر کے واصلِ جہنم کیا اور صبحِ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ پیغام دے دیا کہ اگر سگا بھائی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن ہو جائے تو وہ کسی رعایت و تعلق کا حق دار نہیں ہے۔

☆ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر میں

اپنے ماموں عاص بن ہشام کی گردن اڑائی اور حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت سیدنا علی مولاے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میدانِ بدر میں اپنے کئی رشتے داروں کو تہِ تیغ کیا۔

یہ ہمارے اسلافِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کمالِ ایمان اور جذبۂ صادق کے وہ انوار ہیں جو آج بھی چمک رہے ہیں اور ہم جیسے کمزور اہلِ سنت کے قلوب و اذہان کو منور و مجلّٰی کر رہے ہیں۔

[۵] مُدَاهَنَتْ: لغت میں مداہنت "چاپلوسی" کو کہتے ہیں۔ شرعاً اِس کی دو قسمیں ہیں [۱] دنیاوی فوائد یا ذاتی، قومی اور ملی منافع کے حصول کے لیے شرعی امور میں نرمی اور کوتاہی برتنا [۲] کفار و مشرکین وغیرہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے احکامِ شرع کو ترک کر دینا یا اُن کی سرکشی و تعدّی کے پیشِ نظر چھپ کر اللہ کی بندگی کرنا۔

مداہنت کی دونوں صورتیں حرام ہیں: مداہنت کی یہ دونوں قسمیں ناجائز و حرام ہیں۔ پہلی صورت کے عدمِ جواز کی وجہ "دنیاوی منافع کو احکامِ شرع پر" ترجیح دینا ہے۔ لہٰذا کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ غیروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے مذہبی امور پر عمل کرنا ترک کر دے۔

بعض کمپنیوں کے مالکان اپنے مسلم وَرکروں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اِسی طرح بعض تُجّار اپنے نوکروں کو احکامِ شرع پر عمل پیرا ہونے کی رخصت نہیں دیتے یا خلافِ شرع کاموں کی انجام دہی کا حکم دیتے ہیں اور کچھ نادان

اُنھیں خوش رکھنے کے لیے فرائض وواجبات کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔

ایسا کرنا قطعاً ناجائز وحرام، باعثِ غضبِ جبار اور دوزخ میں لے جانے والا عمل ہے۔ ایسی کمپنیوں اور دکانوں پر کام کرنا ہی جائز نہیں جہاں کے مالکان مسلمانوں کو نماز نہ پڑھنے دیں، بلکہ مسلمانوں پر واجب وضروری ہے کہ تَوَکُّل عَلَی اللّٰہِ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی نوکریوں کو اپنی جوتیوں کی نوک سے اُڑا دیں۔

بے غیرت مسلمان: آج دنیا کے بیشتر ممالک میں بہت سے ایسے بے غیرت وبے حیا مسلمان رہتے ہیں جو غیر مسلموں سے سیاسی یا تجارتی تعلقات کی بنا پر یا دنیاوی منافع کے لیے یا اُن کی دل جوئی کے لیے یا پھر فیشن وجدّت پسندی کے نام پر اُن کے ساتھ مَے خانوں میں شراب پیتے، کلبوں اور پارٹیوں میں ڈانس کرتے، جوے کے اڈّوں پر جُوا کھیلتے، بت کدوں میں مجسموں کے سامنے سر جھکاتے اور نہایت بے شرمی کے ماحول میں نہ جانے کیا کیا کرتے ہیں۔

اُنھیں اپنے غیر مسلم دوستوں سے یہ کہتے ہوئے شرم وحیا آتی ہے کہ یہ چیزیں ہمارے مذہب میں ناجائز وحرام ہیں۔ اُنھوں نے ایسا اِس لیے کیا کہ اُن کے نزدیک ،رب کی رضا سے بڑھ کر اُن کے کافر دوستوں کی رضا ہے، رب تعالیٰ بھلے ناراض ہو جائے اُن کے دوست واحباب ناراض نہ ہونے پائیں۔

اُنھوں نے دنیاوی منافع کو اُخروی فوائد پر ترجیح دے رکھی ہے، آخرت بھلے ہی تباہ وبرباد ہو جائے، لیکن دنیاوی دولت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ یہ اُن کی بے غیرتی، بے شرمی اور ضعفِ ایمانی کی دلیل ہے۔ اِس قسم کی مداہنت سے گریز کرنا ہر

صاحبِ ایمان پر فرضِ عین ہے۔

مداہنت کی دوسری قسم بھی حرام ہے، لہٰذا کفار ومشرکین کے خوف ودہشت کے سبب احکامِ شرع کو یکسر ترک کر دینا یا اُن کی ادائیگی میں سستی برتنا جائز نہیں۔ اذان اِس لیے ترک نہیں کی جا سکتی کہ کفار اجازت نہیں دیتے۔ مسجد میں نماز کا اہتمام اِس لیے بند نہیں ہو سکتا کہ مشرکین رخصت نہیں دیتے۔ رمضان کے روزے اِس لیے نہیں چھوڑے جا سکتے کہ حکومتِ وقت پرمیشن نہیں دیتی۔ مسلمان جہاں بھی رہیں اُن پر اسلامی احکام پر عمل کرنا لازم وضروری ہے۔

مداہنت کے بجاے ہجرت کرنا فرض ہے: اور جس ملک یا شہر میں اُنھیں کھلے عام اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہو وہاں مداہنت کی اجازت نہ ہوگی، بلکہ اُن سے بزورِ شمشیر اپنا حق حاصل کرنا یا وہاں سے ہجرت کر جانا اُن پر واجب ٹھہرے گا۔ اگرچہ اُنھیں اُس کے لیے اپنی زمین وجائداد اور مال ودولت کی قربانی پیش کرنی پڑے؛ کیوں کہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا بَرِيْءٌ مِّنْ کُلِّ مُسْلِمٍ اَقَامَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

[السنن لابی داود، رقم الحدیث: ۲۶۴۵۔ الجامع للامام الترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۰۴]

ترجمہ: میں ہر اُس مسلمان سے بیزار وبری ہوں جو [احکامِ شرع پر عمل کرنے کی اجازت نہ ملنے کے باوجود] مشرکین کے ساتھ اقامت کرے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرتِ پاک اور اُن کا طرزِ زندگی

ہمارے لیے مَشعلِ راہ اور سنگِ میل ہے۔ اُن نفوسِ قدسیہ نے جانکاہ مصائب وآلام برداشت کرنا اور زمین وجائداد کی قربانی پیش کرنا تو گوارا کرلیا مگر کافروں کی مداہنت گوارا نہ کی۔ وہ کون سا ظلم تھا جس کی مشق اُن پر نہ کی گئی ہو، وہ کون سا ستم تھا جس کا انھیں شکار نہ بنایا گیا ہو، ایسے دل دوز حالات میں کفارِ مکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک لمحے کے لیے بھی وہ اسلام سے دور نہ ہوئے، بلکہ جس نے بھی ایک بار ”اَللّٰہُ اَحَدٌ“ کہہ دیا وہ بار بار مار کھاتا رہا اور یہی نعرہ بلند کرتا رہا۔

اِس سلسلے میں اگر ہم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایک دو نہیں بلکہ متعدد شہادتیں ملتی ہیں۔ بطورِ نمونہ کے صرف دو واقعات پیشِ خدمت ہیں، جن سے ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جذبۂ ایمان کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت صہیب کا جذبۂ ایمان: حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبلِ اسلام رومیوں نے جنگی قیدی بنا کر بنو کلب کے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ وہ شخص اُنھیں لے کر مکہ آیا اور عبداللہ بن جدعان نے اُنھیں خرید کر آزاد کر دیا۔ انھوں نے مکہ ہی میں رہائش اختیار کر لی اور تجارت کرنے لگے۔ اُن کی تجارت بڑی نفع بخش ثابت ہوئی اور بہت بڑی دولت اُن کے ہاتھ آئی۔

کچھ ہی عرصے میں وہ مکہ مکرمہ کے رئیسوں میں شمار ہونے لگے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا تو یہ بھی دولتِ ایمان سے مشرف ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہوئے۔ زمانۂ ہجرت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گیے۔

حضرت صہیب مکہ کے تاجر تھے، دولت مند تھے، اِنھیں وہاں کوئی بڑی تکلیف نہ تھی۔ لیکن عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھے، لہٰذا انھوں نے بھی ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔

جب اپنے مال واسباب کے ساتھ مکہ سے نکلنے لگے تو کفارِ مکہ نے روک کر کہا: اے صہیب! تم ہمارے پاس کنگال آئے تھے۔ تم نے یہ ساری دولت ہمارے یہاں کمائی ہے، ہم تمھیں اِس دولت کو یہاں سے لے جانے نہ دیں گے۔

حضرت صہیب چاہتے تو مداہنت کرکے اُنھیں خوش کر دیتے اور اپنے لیے راحت وسکون کے راستے ہموار کر لیتے، لیکن اُن کی غیرتِ ایمانی نے یہ گوارا نہ کیا بلکہ اُنھوں نے اہلِ مکہ سے کہا: اگر یہ سارا خزانہ میں تمھارے پاس چھوڑ دوں تو کیا تم لوگ مجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے دوگے؟ اُنھوں نے کہا: اگر آپ اپنی دولت ہمارے سپرد کر دیں تو ہم آپ سے کچھ بھی تعرض نہ کریں گے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی بھر کی کمائی اُن کے حوالے کی اور خالی ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربارِ گہر بار میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کیا تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں مژدۂ جانفزا سنایا اور اُن کی دل جوئی کے لیے اپنی زبانِ فیض بار سے یہ ارشاد فرمایا:

رَبِحَ صُهَيْبٌ رَبِحَ صُهَيْبٌ:

[البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص: ۱۷۳/۱۷۴]

ترجمہ: صہیب نے اِس تجارت میں بڑا نفع اٹھایا، بڑا نفع اٹھایا۔

سیدنا صدیقِ اکبر کی غیرتِ ایمانی: حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا تفصیلی واقعہ روایت فرمایا ہے۔ حدیثِ پاک کا مفہوم پیشِ خدمت ہے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے اپنے والدینِ کریمین کو دین پر عمل کرتے ہوئے پایا اور اللہ کے رسول ﷺ روزانہ صبح و شام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اُنھیں مشقِ ستم بنایا گیا تو میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی نیت سے مکہ سے نکلے۔ یہاں تک کہ جب ''برکِ غماد'' نامی بستی میں پہنچے تو اُس کا سردار ابنِ دَغِنَہ آپ سے ملا اور بولا: اے ابوبکر! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے، تو اب میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر کروں اور کُھل کر اللہ عزوجل کی عبادت کروں۔

یہ سن کر ابن دغنہ نے کہا: آپ جیسا شخص نہ نکل سکتا ہے اور نہ ہی نکالا جا سکتا ہے۔ آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی فرماتے ہیں، ضعیفوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق میں مصائب و آلام آنے پر آپ مدد کرتے ہیں۔ سنیے! میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔ آپ اپنے شہر جا کر اپنے رب کی عبادت کریے!

اُس کے بعد ابن دغنہ حضرت ابوبکر کے ساتھ مکہ آیا اور سردارانِ قریش کے

ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد اُن سے کہا: ابوبکر جیسی شخصیتیں نہ نکلتی ہیں نہ نکالی جاتی ہیں۔ کیا تم لوگ ایسے شخص کو نکال دو گے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، ضعیفوں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور حق میں مصائب و آلام آنے پر لوگوں کی مدد کرتا ہے؟

تو قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو قبول کیا اور ابوبکر کو پناہ دے کر ابن دغنہ سے کہا: آپ ابوبکر سے کہیں کہ یہ اپنے گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں، اپنے گھر ہی میں نمازیں بھی پڑھا کریں اور گھر کے اندر جس قدر چاہیں تلاوتِ قرآن کر لیا کریں لیکن اپنی عبادت سے نہ ہمیں تکلیف دیں اور نہ اُس کا اعلان کریں؛ کیوں کہ ہمیں خوف ہے کہ یہ اپنی پرسوز تلاوت سے ہمارے بچوں اور ہماری بیویوں کو فتنے میں مبتلا کر دیں گے۔

ابن دغنہ نے یہ ساری باتیں ابوبکر سے عرض کر دیں، حضرت ابوبکر اپنے گھر میں رب تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔ پھر حضرت ابوبکر کے دل میں یہ بات آئی کہ گھر کے صحن میں ایک عبادت گاہ بنالی جائے۔ چنانچہ عبادت گاہ بنا کر اپنے گھر کے صحن میں وہ نمازیں پڑھنے اور قرآنِ کریم کی تلاوت سے محظوظ ہونے لگے۔

جب وہ تلاوتِ قرآن کرتے تو مشرکینِ مکہ کی عورتیں اور اُن کے بچے جمع ہو کر اُنھیں دیکھتے اور ان کے سوز و گداز اور قرآنِ کریم کی شانِ اعجاز کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے۔ حضرت ابوبکر بہت زیادہ گریہ وزاری کرنے والے شخص تھے، جب تلاوتِ قرآن کرتے تو بے قابو ہو کر اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی ٹپکانے لگتے۔

اِس منظر سے شرک کے علم بردار سردارانِ قریش خوف زدہ ہوگیے اور انھوں نے ابن دغنہ سے کہلوایا کہ: ہم نے ابوبکر کو اِس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں چھپ کر اللہ کی بندگی کریں گے۔ مگر یہ تو حد سے تجاوز کر چکے ہیں اور اب یہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا کر علی الاعلان نماز پڑھتے اور تلاوتِ قرآن کرتے ہیں، ہمیں خوف ہے کہ یہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنے میں مبتلا کردیں گے۔ آپ ان کے پاس آکر ان سے کہیں کہ یہ اپنے گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اگر انکار کردیں تو آپ اپنی پناہ واپس لے لیں، کیوں کہ نہ ہم آپ کے عہد کو توڑ سکتے ہیں اور نہ یہ برداشت کرسکتے ہیں کہ ابوبکر کھلے عام رب کی عبادت کریں۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ابن دغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے کہا: آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم نے کس شرط پر آپ کو پناہ دی تھی، اب یا تو آپ اُس پر عمل کریں یا پھر ہماری پناہ کو واپس کردیں؛ کیوں کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اہلِ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص کو پناہ دی اور اُس [پناہ] کی پرواہ نہ کی گئی۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے [جوشِ ایمانی کے ساتھ] جواب دیا کہ میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں اور میرے لیے میرے رب اللہ عزوجل کی پناہ ہی کافی ووافی ہے۔

[الصحیح للامام البخاری، باب جوار ابی بکر فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعقدہ، رقم الحدیث: ۲۲۹۷]

بہر حال نہ غیر مسلموں سے موالات جائز کہ اُن سے قلبی تعلق قائم کرکے انھیں

اپنا ہم راز بنا لیا جایے اور نہ کافروں کی مداہنت درست کہ اُن کی رضا جوئی یا اُن کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے اسلامی احکام ترک کردیے جائیں۔

دیکھیے! حضرت صدیقِ اکبر اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مال و دولت سے محروم ہوکر مصائب و آلام کی چکی میں پس جانا تو گوارا کرلیا، لیکن کافروں اور مشرکوں کی مداہنت گوارا نہ کی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ شرعی حدود کو پہچانیں اور اُنھیں میں رہ کر غیروں سے تعلقات استوار کریں۔ شریعت کے دائرے میں رہ کر کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور کفر کے تمام علم برداروں سے معاملات، مواسات اور مدارات کی حد تک تعلقات قائم کریں، لیکن اُن کے لیے موالات و مداہنت کی تمام راہیں ہمیشہ کے لیے مسدود رکھیں۔ اِسی میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں مُضمَر ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو بالخصوص ہمارے نوجوان اسلامی بھائیوں کو شریعت کی مقرر کردہ حدوں میں رہ کر دوستیاں قائم کرنے اور زندگی کے شب روز گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے! اور تا دمِ حیات ہر طرح کے فسق و فجور سے بچتے ہوے اپنے آقا و مولیٰ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنانے کی سعادت نصیب فرمائے! آمین:

بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔